بیان الحکمہ
تحقیقی مجلہ۔6
http://bayan-ul-hikmah.salu.edu.pk

بیان الحکمہ [تحقیقی مجلّہ]
(2020ء)

"Unemployment" Social issue of Pakistani society

(An analytical study in the light of Islamic teachings)

***Dr.Muhammad Mudassar Shafique**
****Mr. Inayatullah Bhatti**

Abstract: Unemployment is an international issue that is also considered as a social disease. The whole society is suffering from its evil impacts. Owing to this evil starvation, diseases and social poison spread in the society. This affects not only a family, society but the political and social conditions as well. Unemployment is such a deadly weapon due to which human beings are force to sacrifice their respect, grandeur and the self – esteem as well. The expectations of nobility, truthfulness and honest from a person is in vain. Unemployment is a soul cause of poverty due to which un satisfaction, political restlessness are refraining trend of individuals to abide by the Government are also being generated or grownup. In this article, such principles, in the light of Islamic teachings are being expressed abiding by which a present Govt. can implement such effective steps which will be fruitful for the productive employment.

Keywords: Unemployment, social issues of society, Analytical study in the light of Islamic teachings.

* Visiting lecturer Numl uni Multan campus
** Assistant Professor, Shah Abdul Latif University, Khairpur

"بے روز گاری" پاکستانی معاشرے کا عمرانی مسئلہ، اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ایک جائزہ"

روز گار کا حصول اور اسلامی تعلیمات:

اسلام دولت کو ایسی نعمت سمجھتا ہے جسے اللہ تعالیٰ بطور احسان بندوں کے سامنے گنواتا ہے اور اس کا شکر ادا کرنے کا حکم دیتا ہے جب کہ بے روز گاری اور غربت ہمارے معاشرے کے ایسے المیے ہیں جن کو مصیبت قرار دیا گیا ہے اور جس سے خدا کی پناہ مانگی جاتی ہے اسی لیے اسلام ایسی تمام بیماریوں کے حل کے لیے ایسے وسائل اور تجاویز پیش کرتا ہے جن سے ان کا حل ممکن ہو سکے اور انہی مسائل میں بے روز گاری بھی شامل ہے۔ جہاں تک دولت کے نعمت ہونے کا تعلق ہے تو اللہ تعالیٰ نے بطور احسان رسول اللہ ﷺ سے فرمایا: "وَ وَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى"

[1] اور تمہیں حاجت مند پایا پھر غنی کر دیا۔

دوسری جگہ دولت کو بندہ مومن کے اعمال کا فوری اجر قرار دیتے ہوئے حضرت نوح کے احوال کچھ یوں ارشاد فرمائے۔ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّاراً - يُرْسِلِ السَّمَاء عَلَيْكُم مِّدْرَاراً - وَيُمْدِدْكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِيْنَ وَيَجْعَل لَّكُمْ جَنَّاتٍ وَيَجْعَل لَّكُمْ أَنْهَاراً۔

[2] تو میں نے کہا اپنے رب سے معافی مانگو وہ بڑا معاف فرمانے والا ہے۔ تم پر شرانے (موسلا دھار) کا مینہ بھیجے گا اور مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد کرے گا، تمہارے لیے باغ بنائے گا اور تمہارے لیے نہریں بنائے گا۔

لیکن اس کی دوسری طرف بے روزگاری اور غربت سے پیدا شدہ خرابی کو ایمان، اخلاق اور فکر و نظر کے معاملات کو انسانوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے لیے زبردست خطرہ قرار دیا ہے جن کو ابھی بعد میں ذکر کیا جائے گا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام نے غربت کی مذمت ہر محاذ پر کی ہے لیکن غربت کا ایک اہم سبب بے روزگاری ہے جس کی وجہ سے عقائد اور رہن سہن کے طریقوں میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے جو کہ افراد کے درمیان اخوت اور مساوات کے مخلصانہ پہلو کو ٹھیس پہنچانے کا اہم سبب ہے۔ اس بات کو سب جانتے ہیں کہ اس کی تلافی تب ہو گی جب لوگوں کے پاس کھانے پینے اور رہنے سہنے کے لیے اسی طرح دیگر ضروریات زندگی کے لیے معاشروں میں اس قدر اسباب پیدا کیے جائیں کہ جو لوگوں اور ان کے بیوی بچوں کے لیے بڑی حد تک کافی ہوں۔ ان کی انفرادی، اجتماعی اور ازدواجی زندگی کسی کدورت اور میل کے بغیر اپنے رب کی خوشنودی حاصل کرنے اور اس سے تعلق استوار

کرنے میں بسر ہو۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ اسلام معاشرے کے ہر فرد سے مطالبہ کرتا ہے کہ قدرت کا اتنا بڑا کارخانہ صرف اسی کے لیے حرکت و عمل میں مصروف ہے تو اس کا فرض بنتا ہے کہ وہ خود بھی اپنے ہاتھ پیر کو حرکت دے، محنت سے گریز نہ کرے اور قرب و جوار میں چل پھر کر اپنی روزی خود تلاش کرے۔

اللہ تعالی فرماتا ہے:

ہُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولاً فَامْشُوا فِيْ مَنَاكِبِهَا وَكُلُوا مِن رِّزْقِہ۔[3] وہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین تابع کر دی تو اس کے رستوں پر چلو اور اللہ کی روزی میں سے کھاؤ۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ زندگی کے جہاد میں محنت و مشقت اور حرکت و عمل وہ حربے ہیں جن کے ذریعے انسان دولت پیدا کر کے روزگار کما سکتا ہے اور بے روزگاری جیسی لعنت سے چھٹکارا حاصل کر سکتا ہے۔ حضرت صالح کی زبان سے قرآن کا ارشاد ہے

يَا قَوْمِ اعْبُدُواْ اللّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَـٰهٍ غَيْرُهُ ہُوَ أَنشَأَكُم مِّنَ الأَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيْہَا۔[4]

اے قوم اللہ کو پوجو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، اس نے تمہیں زمین سے پیدا کیا اور اس میں تمہیں بسایا اسلام اس بات کی مکمل اجازت دیتا ہے کہ پیدائش دولت کے لیے جس پیشے کو چاہے اختیار کرے خواہ ادنیٰ ہی کیوں نہ ہو۔ اسلام دولت کو اللہ کا فضل گردانتا ہے اور اس کے حصول کے لیے ہر جائز کوشش درست ہے اور اس سلسلے میں مکمل آزادی کے ساتھ اس امر کی کھلی اجازت دیتا ہے

۔جب انسان ایسا کرتا ہے تو اللہ کی ذات بہترین رازق ہے وہ وہاں سے تمہیں رزق عطا فرمائے گا جہاں سے وہم و گماں بھی نہ ہو گا لیکن اس کے لیے اللہ کی ذات پر توکل کے ساتھ ساتھ انسان کو چرند پرند کی طرح محنت اور مشقت کا دامن تھامنا ہو گا۔

جیسا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لو انکم کنتم توکلون علی اللہ حق توکلہ لرزقتم کما ترزق الطیز تخدوخما صاوتروح بطانا[5] اگر تم خدا پر بھروسہ کرو تو پرندوں کی طرح وہ تمہیں روزی دے گا۔تم پرندوں کو دیکھتے ہو کہ صبح خالی پیٹ گھونسلوں سے نکلتے ہیں لیکن شام کو آسودہ ہو کر واپس آتے ہیں۔در حقیقت باری تعالیٰ نے زمین کو بنانے کے بعد خیر و برکت سے بھر دیا۔انسانوں اور جانوروں کے لیے روزی اور زندگی کی جملہ ضروریات اس کے اندر مہیا کیں۔ وَلَقَدْ مَكَّنَّاكُمْ فِي الأَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ قَلِيْلاً مَّا تَشْكُرُون-[6] اور بے شک ہم نے تمہیں زمین میں جماوا (ٹھکانہ) دیا اور تمہارے لیے اس میں زندگی کے اسباب بنائے، بہت ہی کم شک کرتے ہیں ۔بنی آدم پر مزید اپنے احسانات کا اظہار فرماتے ہوئے کہا۔ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْ آدَمَ وَحَمَلْنَاہُمْ فِيْ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاہُم مِّنَ الطَّيِّبَات-[7] اور بے شک ہم نے اولاد آدم کو عزدی اور ان کو خشکی اور تری میں سوار کیا اور ان کو ستھری چیزیں روزی دیں۔

یہی نہیں بلکہ اللہ نے زمین پر بسنے اور تا قیامت اس کی پشت پر چلنے والے جملہ جانداروں کی روزی رسانی کی ذمہ داری اپنے اوپر لے رکھی ہے۔وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِيْ الأَرْضِ إِلاَّ عَلَى اللهِ رِزْقُہَا-[8] اور زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں ہے جو کا رزق اللہ کے ذمہ کرم پر نہ ہو۔إِنَّ اللَّہَ ہُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ -[9] بے شک اللہ ہی بڑا

رزق دینے والا، قوت والا، قدرت والا ہے۔اسی طرح سورہ جمعہ میں اس مفہوم کو قدرے واضح چور پر فرمایا ہے۔ فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانتَشِرُوا فِيْ الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِن فَضْلِ اللَّہ-[10] پھر جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو یعنی جو کوئی فضل الہی کی تلاش اور معاش کے حصول کے لیے سرگرم اور متحرک ہو گا ہر مراد سے ہمکنار ہو گا لیکن غفلت اور کنارہ کشی اختیار کرنے والا سخت محروم رہے گا۔

بے روزگاری کے معاشرے پر اثرات:

رزق حلال اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ موجودہ دور میں رزق کی تلاش اس قدر آسان نہیں رہی جیسا کہ پہلے تھی۔پہلے ادوار میں وسائل اور ذرائع زیادہ جب کہ آبادی کی کثرت اعتدال میں تھی لیکن دنیا کی بڑھتی ہوئی آبادی اور اس کی بناء پر بڑھتی ہوئی بے روزگاری ہمہ گیر مسئلہ کی شکل اختیار کرتی جا رہی ہے۔اس مسئلہ کی بناء پر ہمارا معاشرہ دن بدن بے روزگاری کی دلدل میں پھنستا جا رہا ہے اور اگر اس پر کنٹرول نہ کیا گیا تو اس کے بھیانک اثرات آنے والے معاشرے کو بھگتنا پڑیں گے کیونکہ اس کے اثرات ابھی سے ظاہر ہونا شروع ہو چکے ہیں۔

مفلسی ایمان کا خطرہ:

بے روزگاری کا سب سے بڑا معاشرتی نقصان یہ ہے کہ معاشرے میں غربت کا دور دورہ ہو گا اور یہ ایک حقیقت ہے کہ غریبی ایمان کے لیے سخت خطرہ ہے۔خاص طور پر ایسے دور میں جہاں دولت کی فراوانی

غیر مسلموں کے ہاتھوں میں ہو تو عقیدے کی خرابی ممکنات میں سے ہوتی ہے کیونکہ آپ ﷺ نے کفر اور فقر دونوں سے پناہ مانگی ہے۔ اللھمہ انی اعوذ بک من الکفر والفقر-[11] ایک دعا میں آپ ﷺ کے الفاظ کچھ یوں ہیں۔ اللھم انی اعوذ بک من الفقر والقلۃ ولذلۃ و اعوذ بک من ان اظلم او اظلمنہ-[12] اے اللہ میں ذلت اور ناداری سے، ظالم یا مظلوم بننے سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

بے روز گاری کے اخلاق پر اثرات:

بے روز گاری کی بناء پر جس طرح ایمان کے جانے کا خدشہ موجود ہوتا ہے اسی طرح سیرت و کردار کے داؤ پر لگنے کے بادل بھی چھانے لگتے ہیں کیونکہ انسان بعض اوقات ناداری اور افلاس کے ہاتھوں مجبور ہو کر وہ سب کر گزرتا ہے جو نہ ہی انسانی شرف اور ضرورت کے مطابق ہوتا ہے اور نہ ہی عقل سلیم اس کو گوارہ کرتی ہے۔ انسان غربت کے دباؤ سے متاثر ہو کر اخلاقی قدروں اور اس کے پیمانوں کو بھی بدل ڈالتا ہے اور دین و مذہب یا معاشرتی رسم ورواج کی اس کے آگے کوئی اہمیت باقی نہیں رہتی ۔ کسی قسم کا عہد و پیمان پورا کرنے کی عادت باقی نہیں رہتی ۔ نیکی کے راہ پر چلنا دشوار ہو جاتا ہے۔ قرض کی ادائیگی تک بھول جاتے ہیں۔ جیسا کہ ایک حدیث میں قرض خواہ کی حالت بتائی گئی ہے۔ ان الرجل اذا عزم حدث فکذب ووعد فاخلف-[13]

کوئی شخص قرض لینے کے لیے جب منہ کھولتا ہے تو قسم قسم کے بہانے کرتا ہے پھر جب دینے کا وعدہ کرتا ہے تو اسے پورا نہیں کرتا۔

غربت وافلاس کا اثر افکار انسانی پر:

یہ حقیقت ہے کہ غریبی کے اثرات انسان کی روح اور اس کے سیرت و کردار تک محدود نہیں رہتے بلکہ اس کے خیالات و افکار بھی بڑی حد تک متاثر ہوتے ہیں۔ جن خاندانوں اور گھرانوں میں اہل وعیال کی ضرورت کی چیزیں میسر نہ ہوں ان کے لیے کسی بھی مسئلے پر سوچ وبچار کرنا ممکن نہیں ہوتا ۔ بھوک وافلاس انسان کی سوچنے کی صلاحیت مفقود کر دیتی ہے۔

بے روز گاری کے خاندان پر اثرات:

۔ بے روز گاری اور غربت مختلف طریقوں سے خاندانی پہلوؤں پر اثر انداز ہوتی ہے۔ بعض واوقات اس موقع پر جب خاندان کی تعمیر ہو رہی ہو عموماً دیکھا گیا ہے کہ شادی کے خواہشمند افراد صرف روز گار نہ ہونے کی وجہ سے نکاح کرنے سے کتراتے ہیں۔ اسی بات کا ذکر قرآن نے کیا ہے۔ وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحاً حَتَّى يُغْنِيَهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ-[14] اور چاہیے کہ بچے رہیں وہ جو نکاح کا مقدور نہیں رکھتے یہاں تک کہ اللہ مقدور والا کر دے اپنے فضل سے اور بعض اوقات یہ مشاہدہ بھی کیا گیا ہے کہ لڑکا ہر طرح سے پسند ہوتا ہے لیکن غربت یا روز گار کے بہتر نہ ہونے کی وجہ سے منشا پر پورا نہیں اترتا۔ حالانکہ انتخاب میں تنہا جاہ ثروت ہی نہیں بلکہ حسن، سیرت و کردار کی پختگی بھی مد نظر رکھی جانی چاہیے۔ اس لیے کہ اگر وہ مفلس ہے تو اللہ کے فضل سے وہ غنی بھی ہو سکتا ہے۔ وَأَنكِحُوا الْأَيَامَى مِنكُمْ وَالصَّالِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَاءِكُمْ إِن يَكُونُوا فُقَرَاء يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ-[15] اور نکاح کر دو اپنوں میں ان کا جو بے نکاح ہوں اور اپنے لائق بندوں اور کنیزوں کو۔ اگر فقیر ہوں تو اللہ انہیں غنی کر دے گا اپنے فضل کے سبب۔

۲۔ بعض اوقات اچھا روزگار نہ ہونے کی وجہ سے میاں بیوی کا ایک دوسرے کے ساتھ نباہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے جو کہ علیحدگی کا ایک سبب بنتا ہے۔ قانون اسلامی کے مطابق بھی نان و نفقہ ادا نہ کرنے کی صورت میں بیوی کو علیحدہ ہونے کا حق ہے جو کہ ایک تکلیف دہ امر ہے۔

۳۔ خاندانی طرز عمل میں افراد کے درمیان باہمی روابط خراب ہونا شروع ہو جاتے ہیں بلکہ بعض اوقات روزگار نہ ہونے کی وجہ سے والدین اپنے جگر گوشوں کو اس لیے فنا کے گھاٹ اتار دیتے ہیں کہ ان کے پاس ان کو پالنے کے لیے اچھی رقم نہیں ہوتی۔ تاکہ وہ اپنے بچوں کو اچھا کھلا سکیں اور یہ ڈر بھی ساتھ رہتا ہے کہ ان کی پیدائش اور پرورش والدین کو مفلس بنادے گی جس کی بناء پر ان کو قتل کر دیتے ہیں۔ جس کی مذمت قرآن نے ان الفاظ میں کی ہے۔ وَلاَ تَقْتُلُواْ أَوْلاَدَكُم مِّنْ إمْلاَقٍ نَّحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ-[16] اور اپنی اولاد کو قتل نہ کرو مفلسی کے باعث، ہم تمہیں اور انہیں سب کو رزق دیں گے۔ جب کہ دوسری آیت میں مفلسی کے خوف سے بھی اولاد کو قتل کرنے سے منع کیا ہے۔ وَلاَ تَقْتُلُواْ أَوْلادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلاقٍ نَّحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُم-[17] اور اپنی اولاد کو قتل نہ کرو مفلسی کے ڈر سے۔ ہم انہیں بھی رزق دیں گے اور تمہیں بھی۔

سماجی تعلقات پر اثرات:

پہلے بیان کردہ خطرات سے قطع نظر سماج کی سلامتی اور سماجی قدروں کی تعمیر کی راہ میں غربت و افلاس ایک اہم رکاوٹ ہے۔ آبادی کی کثرت کے سبب روزگار نہ پیدا ہونے کی وجہ اور غربت کے آثار رونما

ہونے پر اگر کوئی آدمی صبر بھی کر لے لیکن دلوں میں خود غرضی اور ایک دوسرے سے مقابلے میں برتری و عناد کے ان جذبات کو کیسے قابو کیا جائے جو کہ ان لوگوں کے خلاف ہیں کہ جن چند خاندانوں میں دولت کی تقسیم محدود ہو کر رہ گئی ہے۔ تو ان حالات میں یقینی طور پر جذبات مشتعل ہوں گے۔ ہنگامے اور فساد رونما ہوں گے۔ باہمی اخوت و پیار اور محبت کے رشتے تار تار ہوں گے۔ ملکی انتشار کا سبب اور حسد کی سلگتی ہوئی آگ غرباء اور امراء کے درمیان وسیع خلیج حائل کرتی چلی جائے گی جس کی وجہ سے فاقہ مستوں اور خانماں برباد لوگوں کے درمیان سے تخریب کار اور قانون کو پاش پاش کرنے والے عناصر پیدا ہوں گے اور فاقہ زدہ انسان اپنے وطن سے دفاع کا کوئی ولولہ اپنے دل میں موجود نہ رکھے گا اور نہ ہی اس کے تقدس کی پامالی کا غم ہو گا۔ پڑھے لکھے جوان قتل و غارت، چوری اور ڈاکہ زنی جیسی بیماریوں میں ملوث ہیں اور مزید ہوں گے۔ بے روزگاری اور غربت و افلاس کی وجہ سے پیسے کے حصول کی لیے یہ طبقہ جائز و ناجائز کے فرق کو بھلا کر اپنے حق کے حصول کی دوڑ میں لگا ہوا ہے جو کہیں نہ کہیں معاشرتی اقدار اور رسم و رواج کو پامال کر کے اس معاشرے کو انتشار کے اس دہانے پر لا کھڑا کریں گے جہاں سے لوٹنا انتہائی مشکل ہو گا اور مزید نوجوان اسی کام میں مصروف عمل ہوں گے۔

بھیک اور گداگری:

عوام الناس روزگار نہ ہونے کی وجہ سے بھیک مانگنے جیسے گھمبیر عمل کو اپنا پیشہ بنا لیتے ہیں اور آہستہ آہستہ بھیک مانگنے کی ایسی لت پڑ جاتی ہے کہ کوئی کام اس کے علاوہ ان کو پسند نہیں آتا، کسی قسم کی شرم و حیا محسوس نہیں کی جاتی حالانکہ سب ہاتھ پاؤں کے تندرست ہوتے ہیں اور کمانے کی مکمل صلاحیت رکھتے

ہیں۔اپنی بے روز گاری اور غربت کارونا روکر مالداروں کے گرد منڈلاتے ہیں، بھیک کے ٹکڑوں پر گزارہ کرنا ان کی عادت بن چکی ہے، عزت نفس پامال ہونے کا کوئی احساس تک نہیں ہے، محنت کی روٹی توڑنا گوارا نہیں کرتے جس کی وجہ سے حق دار بھی اپنے حقوق حاصل کرنے سے قاصر ہیں۔

یہ بے روز گاری ہی ہے جو کہ غربت کا ایک اہم سبب ہے کیونکہ غریب وہ ہے جس کے پاس دولت نہیں ہے اور دولت اس وقت ہو گی جب رزق کے مختلف پہلو عام طور پر دستیاب ہوں گے۔جب روز گار ہی مہیا نہیں ہو گا تو دولت کہاں سے آئے گی تو یہ بے روز گاری ہی ہے جس کی وجہ سے غربت جیسی وباء معاشروں میں پھیلتی ہے۔

In the mainstream of economic theory, unemployment and under unemployment on a vast scale are regarded as a primary cause of poverty.[18]

بے روز گاری اختیاری اور غیر اختیاری دونوں طرح کی ہوتی ہے لیکن اصل بے روز گار اس کو کہا جائے گا جس کو کام کرنے کو نہ ملے۔

The encyclopedia, only those persons not at work for more than a specified minimum period of time and who are, moreover, able and willing to work and also activity seeking work are generally considered work to be truly unemployed.[19]

یہ ایک حقیقت ہے کہ بے روز گاری ہر دور میں ایک بڑا مسئلہ رہا ہے اور اس کا تعلق صرف پاکستانی معاشرے کے ساتھ نہیں ہے بلکہ پوری دنیا اس معاشرتی مسئلہ کی زد میں ہے۔ترقی یافتہ ممالک کافی حد تک اس کو کنٹرول کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں لیکن ابھی بھی دنیا میں بے روز گاری کا مسئلہ موجود ہے۔

The estimates show that in a typical post- war year about 42 percent of the population is in lab our force. The annual average unemployment rate against the civilian labor force ranges from 24 percent to 50 percent during world war!! this rate dropped as low as 1.2 percent and in 1940, the first year of the current series of estimates, It stood at 14.5 percent from fragmentary evidence, Some scholars have concluded that this rate may have gone as high as 25 percent in 1933 and may have averaged as hash as 18 percent for the whole decade of the 1930.[20]

بے روز گاری کا اسلامی تعلیمات کی روشنی میں مستنبط اصول و ممکنہ حل:

بے روز گاری ہمارے معاشرے کا ایک ایسا المیہ ہے جو ہماری معاشرتی اقدار اور روایات کو دیمک کی طرح چاٹ رہا ہے اس کی بناء پر لوگ در بدر، گداگری بلکہ چوری تک کے معاملات میں الجھ چکے ہیں۔ڈاکہ زنی اور لوگوں کو شاہراہ عام میں لوٹنا ہمارے معاشرے کے جوانوں کا وطیرہ بن چکا ہے اور اسکی

وجوہات میں سے ایک خاص وجہ رزق کے بہتر وسائل کا نہ ہونا ہے۔ جس کی بناء پر ہماری نئی نسل ایسے اعمال کی طرف راغب ہو چکی ہیں جن کو نہ تو ہمارا معاشرہ اچھی نگاہ سے دیکھتا ہے اور نہ ہی دین اسلام اس کی اجازت دیتا ہے۔

کسی بھی پیشے کو حقیر نہ سمجھیں:

رزق کے حصول میں کی گئی جدوجہد اور مختلف پہلوؤں کی قرآن و حدیث کی روشنی میں بیان کی گئی ہے۔ اگر اسلامی تعلیمات کو اپناتے ہوئے اپنی طبیعت کو اس کے مطابق ڈھال لیں اور کسی بھی پیشے کو حقیر نہ سمجھیں تو آج بھی ہمارے معاشرے سے بے روزگاری کا پہلو کم ہو سکتا ہے۔ اسی لیے نبی اکرم ﷺ نے تجارت کی اہمیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سچے تاجر کا ذکر انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ کیا ہے۔

التاجر الصدوق الامین مع النبین والصدیقین والشهداء-[21]

سچے تاجر کا حشر انبیاء، صدیقین اور شہداء وصالحین کے ساتھ ہو گا۔

تجارت ایک ایسا اہم پہلو ہے جس کی بدولت بڑی کم رقم میں وقت کے ساتھ ساتھ انسان اپنا کاروبار چلا سکتا ہے اور اسی میں محنت کر کے دن دگنی چار چگنی ترقی کر سکتا ہے۔ اسی طرح نبی اکرم ﷺ نے ہاتھ کی کمائی کی تعریف فرمائی ہے کہ اگر کسی شخص کے پاس کوئی ہاتھ کا ہنر موجود ہے تو اسے عمل میں لائے اور اس سے محنت کرے۔

ما اکل احد طعاما قط خیر من ان یاکل من عمل یده-[22]

کسی آدمی نے اپنے ہاتھوں کی کمائی سے زیادہ لذیذ کھانا نہیں کھایا ہو گا

یہ دراصل نبی اکرم ﷺ امت کو ہاتھ سے کام کرنے کی ترغیب دے رہے ہیں کہ جو لذت اپنے ہاتھ سے کما کر کھانے میں ہے وہ کسی اور عمل میں نہیں ہے۔

ڈاکٹر یوسف القرضاوی لکھتے ہیں

کہ مشہور تابعی امام ابراہیم نخعی سے کسی نے پوچھا امانت دار تاجر اور عبادت گزار صوفی میں آپ کس کو ترجیح دیں گے ؟ آپ نے فرمایا امانت دار تاجر میری نظر میں افضل ہے اس لیے کہ شیطان ہر صورت میں اسے ورغلاتا ہے کبھی ناپ تول میں تو کبھی لین دین میں اسے الجھتا ہے لیکن یہ اسے شکست پر شکست دیتا ہے۔ ایک نامور صوفی اور بزرگ شیخ شعرانی اپنے ملفوظات میں کاری گروں کو، عبادت گزاروں پر فوقیت دیتے تھے اور اسکی وجہ یہ بتاتے تھے کہ عبادت کرنے سے صرف عابد کو نفع پہنچتا ہے جب کہ صنعت و حرفت سے بہت سوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ کتنا اچھا ہو کہ درزی اپنی سوئی کو اور بڑھی اپنی آری کو تسبیح کا دانہ قرار دے، یعنی لوگ کام بھی کرتے رہیں اور ساتھ یاد الہی میں بھی مصروف رہیں۔[23] اسلام کسی بھی پیشے کو غلط قرار نہیں دیتا ہاں اس کا طریقہ استعمال غلط ہو سکتا ہے۔ کچھ لوگ کچھ پیشوں کو اختیار کرنے میں ہچکچاہٹ کا شکار رہتے ہیں لیکن اپنے ہاتھ سے کیا گیا کام اور محنت در بدر بھیک مانگنے اور بھوک وافلاس سے بہتر ہے۔ اسلام سے قبل عربوں میں یہ بات تھی کہ وہ مختلف پیشوں کو حقیر جانتے تھے لیکن اسلام نے آکر دنیا والوں کو اس حقیقت سے آگاہ کیا کہ چھوٹے چھوٹے پیشوں کو اختیار کرنے میں کوئی عار نہیں ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا- قال رسول اللہ ﷺ لان یحتطب احدکم حزمۃ علی ظهره،خیر من ان یسال احداً، فیعطیه او یمنعیه-[24]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اپنی پیٹھ پر لکڑیوں کا گٹھا باندھ کر لائے تو وہ اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی شخص سے سوال کرے، پھر وہ اس کو دے یا منع کر دے۔اس حدیث میں دراصل نبی اکرم ﷺ نے یہ پیغام دیا ہے کہ ہر چند کہ جنگل سے لکڑیاں کاٹنا،ان کو بازار میں لا کر بیچنا ایک دشوار عمل ہے لیکن بے روز گاری اور بے کاری کی حالت میں ایسا عمل جو ظاہری طور پر کم تر ہو لیکن اس میں آپ کی محنت کی اجرت ہو،دست سوال دراز کرنے اور در در ٹھوکریں کھانے کے حقیر اعمال سے ایسا کام انجام دینا بہتر ہے اور ویسے بھی انبیاء جیسی ہستیاں رزق کے حصول کے لیے ایسے پیشے اختیار کرتی رہی ہیں جن کو اس دور کا معاشرہ اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتا تھا۔جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے عملی طور پر اپنی اور باقی انبیاء کی مثال دیتے ہوئے فرمایا۔

ما بعث اللہ نبیاً الاورعیالغنم ،قالووانت یا رسول اللہ ﷺ ؟ قال نعم ۔کنت ارعاها علی قراریط لاهل مکۃ[25]

اللہ کے ہر نبی نے بکریاں چرائی ہیں صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ، آپ ﷺ نے بھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں میں بھی اجرت پر مکہ والوں کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔آپ ﷺ نے ایک دوسری حدیث میں فرمایا۔

ان نبی اللہ داؤد کان یاکل من عمل یده-[26]

اللہ کے نبی داؤدؑ اپنے ہاتھوں سے کام کر کے کھاتے تھے۔

انبیاء کی اسی سنت کا نتیجہ تھا کہ صحابہ کرام اور آنے والی امت کے ائمہ عظام اور اکابرین نے ایسے پیشے اپنائے ہیں جن کو اس دور کا معاشرہ اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتا تھا۔انہی پیشوں کی آمدنی سے گزر اوقات چلتی تھی لیکن اسلامی تہذیب نے اپنے ان فرزندوں کے انتساب پر کبھی بھی کسی قسم کی ذلت یا کم تری کا احساس نہیں کیا۔

تلاش معاش کی کوشش۔

ہمارے معاشرے میں کچھ لوگ مقامی علاقوں سے دوسرے علاقوں کی طرف جانے سے گریز کرتے ہیں اور ان کا خیال یہ ہے کہ ایسا کرنے سے وحشت ہوتی ہے۔بہتر ہے کہ پردیس جا کر ٹھوکریں کھانے کی بجائے اپنے گھر میں روکھی سوکھی پر ہی گزارا کر لیا جائے لیکن اسلام بے روز گاری کے خاتمے کے لیے اس پہلو پر زور دیتا ہے کہ روزی کے لیے ایسی فضول باتیں دل سے نکال کر نئے نئے میدانوں، شہروں اور ملکوں میں نکل پڑیں اس لیے کہ اللہ کی زمین بڑی کشادہ ہے اور اس کا رزق بے پایاں ہے، جیسا کہ ارشاد ہے

وَمَن يُهَاجِرْ فِي سَبِيْلِ اللهِ يَجِدْ فِي الأَرْضِ مُرَاغَماً كَثِيْراً وَسَعَةً-[27]

اور جو اللہ کی راہ میں گھر بار چھوڑ کر نکلے گا وہ زمین میں بہت جگہ اور گنجائش پائے گا

دوسری جگہ فرمایا۔

وَآخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِن فَضْلِ اللَّهِ-[28]

اور کچھ زمین میں سفر کریں گے اللہ کا فضل تلاش کرنے

روزگار کی فراہمی کے مواقع اور ان سے فائدہ اٹھانا۔

ہمارے معاشرے کے کچھ افراد ایسے بھی ہیں جو کام کی اہلیت رکھنے کے باوجود کام نہیں کرتے بلکہ شکایتاً اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ کیا کام کریں؟ حالانکہ روزگار کے مواقع بھی موجود ہوتے ہیں لیکن وہ دراصل باعزت زندگی گزارنے کے جملہ اصولوں سے ناواقف ہوتے ہیں اور خود سے کام نہ کرنا ان کی گھٹی میں پڑ چکا ہے کہ خود سے کوئی کام نہ کریں لیکن حکومتی افسران یا ان کے متعلقہ ڈیپارٹمنٹ کے سامنے دھرنا دیکر بیٹھنے کا رواج عام ہو چکا ہے اور روزگار کی فراہمی کا جھوٹا مطالبہ کرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کو روزگار کی فراہمی کے عملی طریقے بھی بتائے اور بے روزگاروں کو روزگار کی طرف رغبت بھی دلائی ۔

جیسا کہ حدیث میں ہے

عن انس بن مالکؓ :ان رجلا من الانصار اتی النبی صلی الله علیه وسلم یسالہ، فقال:اما فی بیتک شیء؟قال:بلی حلس نلبس بعضہ و نبسط بعضہوقعب نشرب فیہ من الماء قال:ئا تنی بھا،قا ل!فاتاہ بھما ،فاخذھما رسول اللہ

صلی الله علیه وسلم بیدہوقال:من یشتری ھذین؟ قال رجل انا اخذھما بدرھم،قال:من یزید علی درھم مرتین او ثلاثاً:قال رجل انا اخذھما بدرھمین،فاعطھما ایاہ واخذ الدرھمین، فاعطاھما الانصاریو قال:اشتر باحدھما طعاماً فانبذ الی اھلک واشتر بالاخرقدوماً فآتنی بہ۔فاتا ہ بہ فشربہ رسول اللہ صلی الله علیه وسلم عوداً بیدہ ثم قال لہ اذھب فاحتچب وبع ولا ارینک خمسہ عشر یوماً ۔فذھب الرجل لیحچب و یبیع فھاء و قد اصاب عشرہ دارھم یوماً فاشتری ببعضھا ثوبا و ببعضھا طعاماًفقال رسول اللہ صلی الله علیه وسلم ھذا خیر لک من ان تجیء المسالۃ نکتۃ فی وجھک ہو م القیامۃ ان المسالۃ لا تصلح الا الثلاثہ:ولذی فقر مقع ئا ولذیعزم مفظع ،ئاو للذیدم موجع۔[29]

ایک بے روزگار انصاری نے خدمت میں حاضر ہو کر سوال کیا۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کیا تمہارے گھر میں کچھ ہے؟ اس نے عرض کیا حضور ایک کمبل ہے اس کو آدھا بچھا لیتے ہیں اور باقی کو یونہی اوپر ڈال لیتے ہیں اور ایک پیالہ ہے جس میں پانی پیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اچھا دونوں چیزیں لے آؤ۔ چنانچہ وہ لے آئے، آپ نے ان کو اٹھایا اور نیلام کرنا شروع کر دیا۔ ایک صاحب نے ایک درہم لگایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس سے زیادہ کوئی دینے والا ہے؟ دوسرے صحابی نے دو درہم قیمت لگائی آپ ﷺ نے انہی کے حوالے کر دیا اور درہم انصاری کو دیکر فرمایا ایک درہم کا کھانا لیکر گھر پہنچاؤ اور دوسرے درہم کی کلہاڑی لیکر میرے پاس آؤ۔ جب وہ کلہاڑی لیکر آئے تو آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے اس میں لکڑی جوڑ دی اور فرمایا جاؤ جنگل جا کر لکڑی کاٹو اور بازار میں جا کر فروخت کرو اور میں چاہتا ہوں کہ پندرہ دن میں تمہیں یہاں نہ دیکھوں۔ چنانچہ وہ صاحب گئے اور معمول بنا لیا کہ صبح جنگل سے لکڑیاں لاتے اور شام کو بازار میں فروخت کرتے۔ ان کے پاس دس درہم جمع ہو گئے۔ اب ضرورت کے مطابق کچھ کپڑے اور کھانے کی چیزیں خریدیں اور ٹھیک پندرہویں روز حاضر ہو کر اپنی سر گزشت سنائی۔ آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا کہ یہ اس سے کہیں بہتر ہے کہ تم کسی کے سامنے بھیک

مانگو اور قیامت کے دن ذلت اٹھاؤ۔ سوال کرنا صرف تین حالتوں میں درست ہے۔ سخت افلاس، قرض میں یا خون ناحق تاوان میں۔

حالانکہ نبی اکرم ﷺ بیت المال یا کسی بھی وظیفے سے اس کی مدد کر سکتے تھے لیکن آپ ﷺ کی اس عمل سے جو غرض ظاہر ہوتی ہے وہ اس شکل میں پوری نہ ہوتی کیونکہ ایسا کرنا کوئی علاج نہیں ہے بلکہ لوگوں کو کام نہ کرنے کا عادی بنا دینا ہے کہ تمہیں کام کیے بغیر معاوضہ ملے گا۔ اسی بناء پر انسان ہاتھ پھیلانے کا عادی بن جاتا ہے جبکہ آپ ﷺ چاہتے تھے کہ انسان جہاں تک ممکن ہو اپنے پاؤں پر کھڑا ہو سکے۔ کسی بھی شکل میں اپنے پاس موجود وسائل کو کام میں لائے خواہ ان کی حیثیت کتنی ہی معمولی کیوں نہ ہو اور ساتھ ہی یہ تعلیم بھی دی کہ جس پیشے سے حلال روزی حاصل ہو وہ عزت والا پیشہ ہے چاہے وہ جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر بازار میں فروخت کرنا ہی کیوں نہ ہو۔ ہمارے معاشرے کے افراد کے لیے اس عمل میں اسوہ ہے کہ کسی بھی پیشے کو گھٹیا مت سمجھو بلکہ اسے اختیار کر کے بہتر سے بہتر کی تلاش میں رہو۔ اور حکومت وقت کے لیے بھی ایسا عندیہ موجود ہے کہ لفظی بحثوں اور کاغذی منصوبوں سے ہٹ کر ایسی عملی صورتیں مہیا کی جائیں جن سے معاشرے کی بے روزگاری اور غربت کا انسداد یقینی ہو۔

خلاصہ بحث یہ ہے کہ معاشرہ سے بے روزگاری ختم کرنے کا بہترین حل یہ ہے کہ تمام افراد اپنی طاقت کے مطابق کسی نہ کسی کام کے چناؤ میں مصروف رہیں، چاہے اس کا تعلق تجارت کے ساتھ ہو، صنعت و حرفت کے ساتھ ہو یا کاشتکاری کے ساتھ ہو۔ تاکہ اچھے انداز میں مرد اپنے خاندان کی کفالت

کر سکے اور اپنے پیروں پر کھڑا ہو سکے۔ اس سے نہ کسی فرد سے مدد لینے کی ضرورت ہے اور نہ ہی کسی حکومتی ادارے سے شکایت ہو گی۔ اگر کہیں گنجان آبادیوں میں وسائل اور روزگار کے مواقع کی کمی ہے تو روزگار کی تلاش میں رخت سفر باندھیں کیونکہ روزی کا وعدہ اللہ نے کیا ہے اور وہ تمہیں ضرور دے گا۔

اسی طرح مسلمانوں میں بھی مسلم افراد کی دلجوئی اور حوصلہ افزائی کرنے کی ترغیب ہونی چاہیے۔ ایک دوسرے کے ساتھ تعاون اور باعزت زندگی گزارنے کا جذبہ ہونا چاہیے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَتَعَاوَنُواْ عَلَى الْبرِّ وَالتَّقْوَى-[30]

اور مدد کرو ایک دوسرے کی نیکی اور پرہیزگاری میں۔

اور یہ بھی یاد رہے کہ روزگار کی فراہمی کی ذمہ داری حکمران طبقے پر بھی عائد ہوتی ہے کیونکہ اس لیے کہ وہ اپنی رعیت کے بارے میں قیامت کے دن جوابدہ ہوں گے ان کا فرض ہے کہ ایسے ادارے عمل میں لائے جائیں جہاں پر عام لوگ کوئی ہنر یا ٹریننگ کا فن حاصل کر کے اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کے قابل ہو سکیں۔ اور جس جس ادارے میں سیٹیں خالی ہیں ان پر لوگوں کو بھرتی کیا جائے اور حکومت یا سماج کا امراء طبقہ زکوۃ یا کسی فنڈنگ کے تحت مختلف قسم کے کاروبار کا اجراء کیا جائے جن سے غریب اور پسماندہ علاقوں کے لوگ استفادہ کر سکیں۔

بے روز گاری کے خاتمے میں قرض حسنہ کا کردار:(تعاونو علی البر)

اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں جذبہ ہمدردی اور مشکل حالات میں ایک دوسرے کی مدد کرنالازمی امر کے طور پر رکھا ہے۔ صرف یہ جزبہ رکھنے کے علاوہ مزید انسان کو بھلائی کرنے اور برائی سے روکنے کا حکم بھی دیا ہے۔ اسلام انسانیت کے ساتھ مشکل حالات میں تعاون کرنے کا درس بھی دیتا ہے لیکن کوئی بھی ایسا تعاون جس سے انسانیت یا معاشرت کی اقدار وروایات کے ٹھیس پہنچنے کا اندیشہ ہو ،ان سے منع بھی کرتا ہے۔

وَتَعَاوَنُواْ عَلَى الْبرِّ وَالتَّقْوَى وَلاَ تَعَاوَنُواْ عَلَى الإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ-[31] اور نیکی اور پرہیز گاری میں ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ دو۔

انسانیت کے پاس رزق کمانے کے دو بنیادی ذرائع موجود ہیں۔ ان میں ایک تو اندرونی ذرائع ہیں جن میں ان کی اپنی مالی استطاعت شامل ہے کہ کسی کے سامنے دست دراز کرنے کی بجائے اپنی جمع پونجی کو کام میں لا کر سامان زیست کا ذریعہ بنایا جائے اور دوسرا طریقہ ایسا خود کفالتی پروگرام ہے جس میں انسان گداگری یا بھیک مانگنے جیسے افعال کی بجائے دوسرے مسلم بھائی سے ایسی رقم قرض حسنہ کے طور پر ادھار لے، جس پر کوئی سود یا اس سے ملتے جلتے باقی معاملات کا اطلاق نہ ہوتا ہو۔ جسے شریعت اسلامی میں "قرض حسنہ" کی اصطلاح کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔

ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی اس کی تعریف کچھ یوں کرتے ہیں۔

Landing with no obligation for the borrower more than returning the principal.[32]

کسی کو اس طرح کا ادھار دینا کہ اس سے اصل رقم کے علاوہ کسی اضافے کا مطالبہ نہ کیا جائے۔ اس تعریف کے مطابق قرض حسنہ سے مراد دراصل کسی شخص کو سود کے بغیر قرض دینا ہے جس سے انسان اپنی ضروریات کو پورا کرے اور وہی رقم وقت متعین (وعدے کو پورا کرتے ہوئے) تک اپنے بھائی کو واپس لوٹا دے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اس کی فضیلت کچھ یوں بیان فرمائی ہے۔

مَّن ذَا الَّذِىْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضاً حَسَناً فَيُضَاعِفَهُ لَهُ أَضْعَافاً كَثِيْرَة-[33]

ہے کوئی جو اللہ کو قرض حسنہ دے تو اللہ اسکے لیے بہت گنا بڑھا دے

عبد اللہ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

مامن مسلم يقرض مسلماً قرضا مرتين الا مكان كصد قتها مرة-[34]

جب کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو دو مرتبہ قرضہ دے تو یہ اسی طرح ہے کہ اس نے اتنا مال ایک دفعہ صدقہ کیا۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

رایت لیلہ اسریٰ بی علی باب الجنۃ مکتوبا:الصدقۃ بعشر امنالھا، والقرض بثمانیۃ عشر، فقلت: یا جبرائیل ! ما بال القرض افضل من الصدقۃ ؟قال: لان السائل یسائل و عندہ، والمستقرض لا یستقرض الامن حاجۃ،[35]

معراج کے موقع پر میں نے جنت کے دروازے پر لکھا ہوا دیکھا کہ صدقے کا ثواب دس گنا اضافے کے ساتھ دیا جاتا ہے جب کہ قرض کا اٹھارہ گنا دیا جاتا ہے، تو میں نے جبرائیل سے پوچھا کیا وجہ ہے کہ قرض کا ثواب صدقہ سے بھی زیادہ ٹھہرایا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ سائل کبھی اس حال میں مانگتا ہے کہ اس کے ساتھ کچھ ہوتا ہے جب کہ قرض تو انتہائی ضرورت کے تحت لیا جاتا ہے۔

قرضہ حسنہ سے مراد دراصل ایسا عمل ہے جو دو مسلم بھائیوں کے درمیان صرف اللہ کی رضا اور خوشنودی سے متعلق ہے اور بھالئی کا کام اس سے بڑھ کر کیا ہو سکتا ہے کہ مشکل کے وقت ایک بھائی دوسرے کی مالی مدد کرے اور اس کا بے روزگار بھائی خود کفیل ہو جائے۔ تو اس لیے معاشرہ اس بات کا ذمہ دار ہے کہ محتاج افراد کو قرض حسنہ دے یا پھر صدقہ و خیرات کی مد میں مستحق افراد کی مدد کرے۔ معاشرے کے صحت مندانہ پہلو کا معیار ذکر کرتے ہوئے مولانا مودودی لکھتے ہیں۔ کہ اس (معاشرہ) کے افراد اپنی اس طرح کی اخلاقی ذمہ داریوں سے آگاہ ہوں۔ اگر کوئی معاشرہ اپنے ضرورت مند بھائیوں کو ضرورت کے وقت قرض نہیں دے پاتا تو صریحاً اس بات کی علامت ہے کہ اس معاشرے کی اخلاقی آب و ہوا خراب ہے جس کی اصلاح کی اشد ضرورت ہے۔[36]

جاوید چوہدری اپنے کالم میں لکھتا ہے کہ پاکستان میں ایسے مخیر حضرات کی کمی نہیں ہے جن کی زندگیاں صدقہ و خیرات سے عبارت ہیں۔ خیرات کا سسٹم دنیا کے ۱۴۰ ممالک میں رائج ہے لیکن اہل

پاکستان خیرات کرنے میں دنیا بھر میں پانچویں نمبر پر آتے ہیں۔ ۱۹۹۸ء میں پاکستان کے باسی ۷۰ ارب روپے خیرات کرتے تھے۔ ۲۰۰۶ء میں یہ رقم دگنی ہو کر ۱۵۰ ارب کو جا پہنچی ہے۔[37] (ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ یہاں ایسا کوئی منظم نظام نہیں ہے جس کے مطابق اس رقم کو کسی صحیح عمل میں لایا جا سکے)۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ بھائی چارے اور اخوت کے اسلامی تصور پر عمل پیرا ہو کر معاشرے کے افراد کو اس طرف قدم بڑھانا ہو گا۔ لیکن خود کفالتی پروگرام کے تحت حکومت وقت اور ریاست کی یہ اولین ذمہ داری ہے کہ وہ ریاست میں رہنے والے تمام افراد کی کفالت کرے۔ بہت سے ایسے ممالک ہیں جو اپنے شہریوں کو خوشحال بنانے کے لیے مختلف قسم کے مالیاتی منصوبے ترتیب دیتے ہیں۔ جیسا کہ ہمارے ملک میں بھی بے نظیر انک سپورٹ کے نام سے مستحق گھرانوں کو ایک خاص رقم دی جا رہی ہے جو کہ تقریباً ۱۰۰۰ روپے ہے اور اب بڑھا کر ۱۲۰۰ کر دی گئی ہے۔ جو کہ جولائی ۲۰۱۴ئمیں اس رقم سے ایک اشاریہ سات ملین یعنی سترہ لاکھ افراد مستفید ہوئے جب کہ ۳۱ دسمبر ۲۰۱۴ میں یہ تعداد ۴۷ لاکھ تک جا پہنچی ۔[38] اس میں شک نہیں کہ ایسے معاملات میں کئی قسم کے نقائص موجود ہیں لیکن ان کو بہتر بنا کر قوم کو خود کفیل بنانے کی کوشش کی جا سکتی ہے جیسا کہ حکومت پنجاب نے کچھ ایسے پروگرام جن میں کیری ڈبہ گاڑیوں کو آسان اقساط پر دینے کا فیصلہ کیا اور لوگوں نے اس سے خوب فائدہ اٹھایا۔ ہاں اس میں سودی اگر کوئی شکل موجود ہے تو اس میں علماء کی آراء پر اس کو پرکھا جا سکتا ہے۔ اسی طرح مختلف لون لینے اور دینے کی اسکمیں بھی منظر عام پر آئیں ہیں۔ لوگ اس سے بھی استفادہ کر رہے ہیں لیکن ان کے زیادہ کامیاب نہ ہونے کی وجہ سودی معاملات ہیں۔ جن کو مذہبی حلقوں میں کچھ اچھی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا۔ بہر حال مختلف حکومتوں کی یہ اچھی کاوشیں ہیں جن

کو سراہنا بحیثیت مسلمان دینی اور اخلاقی ذمہ داری ہے۔ اس کے علاوہ بینک بھی قرض حسنہ دے کر معاشرے کے افراد کی مدد میں شامل ہو سکتے ہیں۔

Muhammad obaidullah, اس بابت لکھتے ہیں کہ جیسا کہ ملائیشیا کا اسلام بینک، بینکاری کے ساتھ ساتھ قرض حسنہ کی سہولت بھی فراہم کرتا ہے۔ جس شخص کو قرض کی ضرورت ہوتی ہے وہ بینک سے رجوع کرتا ہے۔ بینک درخواست کا جائزہ لینے کے بعد اسے سونا یا چاندی بطور ضمانت رکھوانے کی درخواست کرتا ہے۔ جب گاہک بینک کے پاس زیور جمع کروا دیتا ہے تو بینک اس زیور کی بازاری قیمت کے ساتھ 60٪ کے برابر قرض جاری کر دیتا ہے اور زیور لاکرز میں رکھنے کے عوض چارجز وصول کرتا ہے۔ اسلام بینک ۲۵ ہزار ملائیشین رنگٹ تک کی رقم بطور قرض دیتا ہے۔[39]

نتائج بحث:

ا۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ حلال رزق کمانا عبادت ہے اور اس کی تلاش میں ہر ممکن کوشش کرنا ضروری ہے اس کے لیے پوری تندہی سے کسی بھی کام میں لگ جانا، اس کا تعلق ہنر کے کسی بھی پہلو سے ہو۔ چاہے تو دستکاری کا معاملہ ہو یا صنعت و حرفت کا، اپنا کاروبار ہو یا کسی کے ہاں کے کام کرنا ہو کسی قسم کی عار و شرم نہیں کرنی چاہیے کیونکہ اسی حالت میں ہی انسان اپنے پاوں پر کھڑا ہو سکتا ہے اور اس کے لیے اپنے خاندان کی کفالت کرنا ممکن ہو پائے گا۔

۲۔ ہمارے معاشرے میں عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ لوگ اپنے شہر یا وطن کو چھوڑ کر دور جانا اچھا نہیں سمجھتے لیکن اگر ایسا حال ممکن ہو تو انسان کو رخت سفر باندھنا چاہیے کیونکہ یہ ساری زمین اللہ کی ہے اور وہ خود اس کا حکم دیتا ہے کہ اس کے فضل کو تلاش کرو تو جہاں انسان کو رزق ملتا ہے دراصل وہی گھر ہے۔ ہمیں اپنی ذات کو رزق کی تلاش میں محدود نہیں کرنا چاہیے۔

۳۔ اللہ تمام انسانوں کو ایک دوسرے سے نیکی اور بھلائی کا حکم دیتے ہے تو اس لیے مخیر حضرات کو چاہیے کہ اپنے مفلس بھائیوں کو قرض حسنہ دے کر کاروبار کی تلقین کریں بلکہ ہر ممکن کوشش کریں کہ کاروبار میں بھی ہر طرح سے ان کی رہنمائی کریں۔

۴۔ پاکستانی معاشرے میں عام طور پر لوگ ایک ہی طرح کے پیشے کی طرف راغب ہو جاتے ہیں جیسا کہ ہر بندہ یہ چاہتا ہے کہ سرکاری نوکری ملنی چاہیے تو یہ ممکن نہیں ہے اس لیے ضروری ہے کہ لوگ اپنے کاروبار کی طرف توجہ دیں اس سے نہ صرف انسان کی اپنی آمدن میں اضافہ ہو گا بلکہ روپے کیا معاشرے میں سکر دہ ہونے پر ملکی معیشت میں بھی بہتری آئے گی۔

حوالاجات

[1] القرآن: 93: 8

[2] القرآن: 71: 9،12،11،10

[3] القرآن: 15:67

[4] القرآن: 61:11

[5] ترمذی، محمد بن عیسیٰ، امام، جامع ترمذی،دارالسلام ریاض، رقم الحدیث،۲۳۴۴

[6] القرآن: 10:7

[7] القرآن: 70:17

[8] القرآن: 6:11

[9] القرآن: 85:51

[10] القرآن: 10:62

[11] بخاری، محمد بن اسماعیل،امام، الصحیح البخاری، دارالسلام ریاض ،رقم الحدیث: ۵۰۹۰

[12] ابو داود، سلیمان بن اشعث، امام، سنن ابی داود، دارالسلام ریاض، رقم الحدیث: ۵۴۶۰

[13] بخاری، محمد بن اسماعیل،امام، الصحیح البخاری، رقم الحدیث: ۸۳۲

[14] القرآن: 33:24

[15] القرآن:32:24

[16] القرآن:151:6

[17] القرآن: 31:17

[18] Myrdal, Gunnar, Asian Drama, Pelican book :p962

[19] The encyclopedia of Americana, New York, Americana coorporation,` 1967,P277

[20] The encyclopedia of Americana, P277

[21] ترمذی، محمد بن عیسیٰ، امام، جامع ترمذی، رقم الحدیث:۱۲۰۹

[22] بخاری ، محمد بن اسماعیل، امام، الصحیح البخاری، رقم الحدیث:۲۳۲۰

[23] یوسف القرضاوی، ڈاکٹر، اسلام میں غربت کا علاج،(علامہ نصیر احمد) ،علمی پبلیشرز، لاہور،ص ۸۲

[24] بخاری ، محمد بن اسماعیل، امام، الصحیح البخاری، رقم الحدیث:۲۰۷۳

[25] بخاری ، محمد بن اسماعیل، امام، الصحیح البخاری، رقم الحدیث:۲۲۶۲

[26] ایضاً: رقم الحدیث: ۲۰۷۲

[27] القرآن: 100:4

[28] القرآن: 20:73

[29] ابو داوٗد، امام، سنن ابی داوٗد، رقم الحدیث:۱۶۴۱

[30] القرآن: 2:5

[31] القرآن: 2:5

[32] Siddiqi, Mohammad Nejatullah, Riba, bank interest and the rational of its prohibition, Islamic development bank, Jeddah, 2004, P48

[33] القرآن: 24:2

[34] بخاری، محمد بن اسماعیل، امام،الصحیح البخاری، رقم الحدیث:۲۳۲۰

[35] ایضاً:رقم الحدیث: ۲۴۳۱

[36] مودودی، ابو الاعلیٰ، سید، سود، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، ۲۰۰۵ء ،ص۱۸۵

[37] جاوید چوہدری، اللہ کے نام پر(کالم) ۸ اکتوبر، ۲۰۰۶ء،روز نامہ ایکسپریس، اسلام آباد

[38] (تفصیل کے لیے دیکھیں Http:// bisp.gov.pk/ default.aspx)

Muhammad obaidullah, Dr, Islamic financial services, IIRI, jeddah, P101 [39]